# تیرے نام سے سجی

فوزیہ غزل

اس نے سنا تھا کہ انسان کو بعض گناہوں کی سزا دنیا میں ہی مل جاتی ہے۔ مگر اس بات پر یقین ڈانواں ڈول ہی تھا۔ لیکن جس دن اس کی سماعتوں میں اپنے متعلق یہ خبر پڑی کہ وہ خاندان کے سب سے زیادہ لائق و ذہین اور اٹریکٹو بندے سے منسوب ہو چکی ہے تو اسے اس بات پر پورا یقین آ گیا۔ کزنز اس کی تقدیر اور خوش قسمتی پر رشک سے مری جا رہی تھیں اور وہ ڈر خوف، کوفت سے بیزار، غصے کا شکار تھی۔

"یہ بابا جان بھی جانے کس زمانے کے انسان ہیں۔ اپنی معصوم بیٹی کے لئے انہیں ایسا اکھڑ اور غصے سے بھرا بندہ ہی ملا تھا۔" وہ چڑ کر سوچ رہی تھی۔

ہفتہ بھر پہلے تک منگنی کے نام میں ہی کتنا

## ناولٹ

چارم تھا۔ سب فرینڈز منگنی کے چٹ پٹے فوائد بتاتیں تو منگیتروں سے چپکے چپکے ہونے والی نرم گرم باتوں کے قصے بھی سناتیں ایسے میں اسے اپنا آپ بہت بیچارا سا لگتا اور وہ کوئی منگیتر نہ رکھنے پر اچھی خاصی خود ترسی کا شکار ہو جاتی تھی۔ چوری چوری کئی بار آسمانوں کی طرف منہ اٹھا کر ایک عدد ہیرو ٹائپ پرسنالٹی والا منگیتر پارسل کرنے کی فرمائش کر چکی تھی۔ دوسری دعاؤں کے برعکس یہ دعا کچھ جلدی ہی قبولیت پا گئی تھی اور قدرت کو بھی شاید اسے ٹھکانے لگانے کی عجلت تھی۔ کہ جو سامنے آیا اسی سے باندھ دیا۔

عشارب احمد ملک نام خوبصورت تو شخصیت خوبصورت ترین نقوش دل موہ لینے والے تو انداز ساحرانہ نظریں اٹھا کر دیکھتا تو بلاشبہ دلوں کی دنیا زیروزبر کر دیتا تھا۔ لمحہ بھر جہاں ٹھہرتا فضائیں ساکت ہو جاتیں مگر ملک ولا کی لڑکیوں پر اس کا رعب و دبدبہ ذرا اور قسم کا تھا۔ تند خو لہجہ، ناراض نظریں تو سخت انداز باقی سب تو بڑے بھائی کی حیثیت سے اس کا یہ انداز پسند کرتی تھیں اور ایزی لیتی تھیں [illegible] اس انداز سے خائف اور اندر ہی

اندر بائی تھی۔ بھی کبھار پیٹھ پیچھے انہیں برا بھلا بھی کہہ لیتی تھی۔ اب پتا نہیں یہ اس کے مزاج کی بدحواسی تھی کہ رعب حسن اتنا تھا عشارب کے سامنے آتے ہی اس کے ہاتھوں میں رعشہ سا آ جاتا پھر جو چیز ہاتھوں میں تھمی ہوتی وہ زمین بوس ہو جاتی۔ اس میں ماربل کے ڈنر سیٹ کا کوئی پیس ہوتا، گلاس کراکری یا کچھ اور سب شہادت کا درجہ پا لیتے تھے۔

اب بھی یہی ہوا تھا کہ وہ کرسٹل کا خوبصورت تاج محل بڑی نزاکت سے اٹھائے خود کو ممتاز محل تصور کیئے کوریڈور میں چل پھر رہی تھی کہ عشارب کے بھاری قدموں کی دھمک ڈرائنگ روم میں پیدا ہوئی اور کرسٹل کا وہ خوبصورت تاج محل جو عشارب دبئی سے لایا تھا کرچی کرچی ہو کر نیچے پڑا تھا۔ وہ بوکھلا کر سیدھی ہوئی تو دایاں ہاتھ لگنے سے عشارب کا نیا موبائل سیٹ کارنس سے لڑھکتا کھڑاک سے گرا اور ظاہر ہے کہ شہید ہو گیا۔ عشارب اپنی براؤن آنکھوں میں شدید غصہ لئے اسے گھور رہا تھا۔

''تمہارے حواس ٹھکانے پر کیوں نہیں رہتے ہر وقت کن جہانوں کی سیر کرتی رہتی ہو، ذرا بھی سلیقہ نہیں ہے پھوہڑ اور گنوار لڑکی۔'' ناگوار لہجہ تپتے الفاظ اندر تک سلگی مگر فی الحال چپ رہنے کو ترجیح دی کہ بولنا خطرے کو دعوت دیتا تھا۔

''بڑی اماں۔'' وہ اس کا بازو پکڑے گھسیٹتا نیچے لاؤنج میں لے کر آیا۔

''آج سے یہ کچھ اور کرے نہ کرے مگر میرے کمرے کی صفائی اور میرا ہر کام یہی کرے گی اور کوئی کوتاہی میں بالکل برداشت نہیں کروں گا۔ اسے اچھی طرح سمجھا دیں مجھے بدسلیقگی اور پھوہڑ پن سے نفرت ہے۔'' عشارب اسے سخت نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

''یہ کیا ہو گیا۔'' اس نے تو سمجھا تھا اب جان چھوٹی عشارب احمد اسے ہر کام سے فارغ کر دیں گے۔ مگر انہوں نے تو سزا کے طور پر اپنا ہر کام اس کے ذمے لگا دیا۔

''کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ بندہ یتیم ہے بغیر ماں باپ کے اپنے چچا کے سہارے پر پلا بڑھا ہے۔ اس نے تو ہمیں ہمارے گھر میں یتیم بنا دیا ہے۔'' وہ روہانسی ہو کر سوچ رہی تھی۔

''افسانوں اور فلموں میں تو ایسا نہیں ہوتا وہاں تو ہیرو، ہیروئن کی ہر ادا پر مرتے ہیں۔ یہ تو مارتے ہیں چاہنا تو دور کی بات یہ تو نظر کرم تک نہیں کرنے کیا فائدہ ایسے ہلاکو ٹائپ منگیتر کا، ہائے کسی رائیٹر نے کبھی ایسی سچویشن کے متعلق نہیں لکھا۔ کہ اگر ایسا اکڑو ٹائپ ہیرو پلس منگیتر مل جائے پھر ہیروئن کو کیا کرنا چاہیے۔''

''مجھے یقین واثق ہو چکا ہے کہ تمہارے ہینڈسم بھائی کے مینٹل پورشن کا کوئی خانہ فیوز ہو چکا ہے۔'' وہ گہرا تفکر لہجے میں سموئے یسریٰ سے بولی تو یسریٰ کے تیور یکایک خطرناک ہو گئے۔

''شٹ اپ، منہ نہیں اچھا تو کم از کم بات تو انسان کو اچھی کر لینی چاہیے۔''

''تمہارے سامنے آئینہ تو رکھا نہیں ہوا تم کیسے کہہ رہی ہو۔'' اس نے کمال معصومیت سے آنکھیں پٹپٹائیں۔

''میں یہ تمہیں کہہ رہی تھی۔'' یسریٰ ایک ایک لفظ چبا کر بولی نندیانہ سٹائل میں بولی۔

''تم جانتی ہو میرا عہدہ سنئیر ہے تم سے۔'' وہ بھی بھابیانہ مقابلے پر اتری۔

''پہلے خود میں سنیارٹی والے گن تو پیدا کرو۔'' سونیا نے رسالے کی اوٹ سے منہ نکالا۔

''تم دونوں عادات و خصائل میں اپنے بھائی پر گئی ہو۔ وہی تو تڑاخ وہی رعب و طنطنہ، ہلئے بابا کن چلتر باز لوگوں میں پھنسا دیا مجھے۔'' وہ کلسی۔

''ارفہ کہاں رکھے ہیں میرے کپڑے پریس



کر کے۔''

ٹاول سے بال خشک کرتا عشارب اس کے کمرے میں جھانک رہا تھا۔

''کون سے کپڑے؟'' چند لمحے تو اسے یاد آیا پھر ہڑبڑا کر اٹھی اور گود میں دھرے مونگ پھلی، چلغوزوں اور مالٹے کے چھلکے سب قالین پر۔

''کہاں ہیں کپڑے؟'' وہ کوفت کے عالم میں جھلا کر اس کے پیچھے آیا جو تیزی سے استری سٹینڈ تک آئی تھی۔

''آپ بیٹھیں، پانچ منٹ لگنے ہیں ابھی دیتی ہوں۔'' ارفہ عجلت میں بولی۔

''واٹ؟ کل سے کہا ہوا ہے اور تم ابھی پانچ منٹ میں کر کے دیتی ہو۔'' عام سے ٹراؤزر شرٹ میں کھڑا وہ اچھا خاصا جل کر بولا۔

''وہ رات کو میں میچ دیکھتی رہی۔ صبح دیر سے اٹھی تو یاد نہیں رہا۔'' اس نے پلگ لگا کر فل کرنٹ پر بزر کر دیا اور پینٹ سیدھی کر کے استری سٹینڈ پر بچھا دی پھر استری اٹھا کر اس پر رکھی تو بس رکھی رہ گئی۔

''ہائے یہ تو چمٹ گئی۔'' اس کی آنکھوں میں تارے سے ناچنے لگے۔

''اب کیا وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا۔ جلدی ہاتھ چلاؤ۔'' وہ جھنجھلا کر دو قدم آگے آیا۔

''وہ، وہ عشارب استری آپ کی پینٹ پر عاشق ہو گئی ہے اسے چھوڑ ہی نہیں رہی۔'' پریشانی میں حواس ہمیشہ کی طرح ساتھ چھوڑ گئے۔ عشارب نا سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھتا قریب آ کر کھڑا ہوا تو پینٹ سے دھواں نکل رہا تھا۔

وہ کترا کر پرے ہونے لگی تو عشارب نے سختی سے بازو پکڑ کر اس کا رخ اپنی طرف موڑا تھا۔ شرمندہ چہرہ، نم پلکیں، کانپتے ہونٹ عشارب کو اپنا غصہ ٹھنڈا ہوتا محسوس ہوا۔

''یقین کریں میں نے جان بوجھ کر نہیں کیا


## اچھی کتابیں پڑھنے کی عادت ڈالیئے

**ابن انشاء**

اردو کی آخری کتاب ............ 135/
خمار گندم ............ 200/-
دنیا گول ہے ............ 225/-
آوارہ گرد کی ڈائری ............ 200/-
ابن بطوطہ کے تعاقب میں ............ 200/-
چلتے ہو تو چین کو چلیئے ............ 130/-
نگری نگری پھرا مسافر ............ 17[illegible]
خط انشا جی کے ............ 200/-
بستی کے اک کوچے میں ............ 165/-
چاند نگر ............ 165/
دل وحشی ............ 165/-
آپ سے کیا پردہ ............ 250/-

**ڈاکٹر مولوی عبدالحق**

قواعد اردو ............ 200/-
انتخاب کلام میر ............ 160/-

**ڈاکٹر سید عبداللہ**

طیف نثر ............ 160/-
طیف غزل ............ 120/-
طیف اقبال ............ 120/-

لاہور اکیڈمی، چوک اردو بازار، لاہور
فون نمبر: 7321690-7310797

جلدی میں استری تیز کر کے آپ کے کپڑے پریس کرنے لگی تھی۔ مجھے کیا پتا تھا پینٹ جل جائے گی۔'' اس کی آواز لرزی۔

''ارفہ ابھی تو میں نے کچھ کہا بھی نہیں تم سے، اپنی حسین آنکھوں پہ ستم کیوں ڈھا رہی ہو۔'' عشارب بڑی نرمی سے اس کی پلکوں پہ اٹکے آنسو چنتے ہوئے بولا اور وہ حالیہ حادثہ بھلا کر موجودہ سچویشن پر حیرت سے بے ہوش ہونے والی ہو گئی۔ عشارب احمد اور ایسا نرم لہجہ مہکتے الفاظ ارفہ کھینچ پوری آنکھیں کھولے اسے دیکھے جا رہی تھی۔

''جاؤ تم میں کوئی اور ڈریس لے لیتا ہوں۔'' وہ اسی ملائمت سے بولا۔

''آپ کو مجھ پہ غصہ نہیں آیا۔'' وہ تحیر بھرے لہجے میں بولی۔

''نہیں، جو نقصان ہونا تھا وہ یونہی ہوتا تم سے نہ ہوتا کسی اور سے ہو جاتا۔'' وہ رسان سے بولا۔

''آئم سوری۔'' وہ اس کی فراخدلی پر خفیف ہوتی بولی۔

''سوری کی بچی، نئی پینٹ جلا ڈالی لڑکے کی، کوئی کام تو دھیان اور دل لگا کر کر لیا کرو۔'' دادی جان کا زوردار دھموکا اس کی کمر پر پڑا تو اس کا خواب چھناکے سے ٹوٹا اور حقیقت کی اسی تلخ دنیا میں لوٹ آئی یہاں اس کے روبرو عشارب احمد کھڑا تھا آنکھوں میں غصہ لئے لب بھینچے خود کو کچھ کہنے کی کوشش سے بمشکل باز رکھے ہوئے۔

''ارے، اب جا کوئی اور سوٹ لا دے وہ یونیورسٹی تو جائے، کلموہی صبح صبح نقصان کر کے بیٹھ گئی۔'' بڑی اماں کو خاموش کروانا اب بھلا آسان تھا۔

''کوئی بات نہیں اماں جان ہو جاتا ہے ایسا بلکہ اچھا ہوا کہ ہو گیا ورنہ اس سے بڑا نقصان بھی ہو سکتا تھا۔ ارفہ تم چلو بیٹی ناشتہ کر لو یسریٰ، سونیا کب سے تمہارا انتظار کر رہی ہیں۔'' تائی امی ہمیشہ کی طرح بروقت اس کی مدد کو پہنچیں۔

''میں تو اس لڑکی سے تنگ ہوں کیا کرے گی یہ؟'' امی نے متاسف انداز میں کہا۔

''کچھ نہیں ہوتا آہستہ آہستہ سیکھتی جائے گی بچی ہی تو ہے ابھی پڑھ رہی ہے۔ خود میں نے شادی کے بعد گھر گرہستی کے سارے ہنر سیکھے تھے۔'' تائی امی بولیں۔

''اسی سکھنے سکھانے میں آدھی خود پاگل ہوئی آدھا شوہر کو کیا اب بیٹے کو بھی کر دینا۔'' بڑی اماں تڑ سے بولیں تو سادہ طبیعت حسنہ خفیف ہو کر چپ چاپ انہیں دیکھتی رہ گئیں۔ ان کے بچوں سے ہزار محبت کے باوجود جانے کیوں ساس صاحبہ حسنہ کے لئے تاعمر خود کو نرم برتاؤ رکھنے پر راضی نہ کر سکیں اور وہ اسے ڈانٹ ڈپٹ کر ہی مخاطب ہوتی تھیں۔ حالانکہ چھوٹی بہو ناظرہ سے شروع سے نرم رویہ برقرار رکھے ہوئے تھیں اور اکثر اس کی کوتاہیوں کو بھی نظر انداز کر جاتیں۔ جب کہ حسنہ کی اچھائیاں بھی انہیں برائیاں بن کر نظر آتیں۔

''اماں! آپ حسنہ بھابھی سے یوں بات نہ کیا کریں ان کی جوان اولاد کے سامنے، کتنی سبکی محسوس ہوتی ہو گی انہیں، سچ پوچھیں تو مجھے ان کی مظلومیت پر بہت ترس آتا ہے۔'' ناظرہ دھیمے لہجے میں ساس کو سمجھانے لگیں۔

''ارے اس ڈائن پر ترس آتا ہے تمہیں جو میرے جوان شیر جیسے گھبرو پتر کو کھا گئی ایک ماں کی اجڑی گود پہ ترس نہیں آتا۔'' اماں تڑپیں۔

''اماں پلیز یوں نہ کہیں حسنہ کا کوئی قصور نہیں جمال بھائی کی موت قدرتی تھی اور جو ہونی ہو وہ تو ہو کر رہتی ہے۔'' ناظرہ بولی۔

''اس کا قصور کیسے نہیں نہ یہ میرے بچے کو بازار بھیجتی نہ وہ خون میں لت پت واپس آتا۔'' وہ دوپٹا منہ پہ رکھ کر رونے لگیں۔



''اماں اس بات کی تو میں خود گواہ ہوں کہ حسنہ نے جمال بھائی کو بہت روکا تھا، مگر وہ خود اپنی مرضی سے گئے تھے۔'' ناظرہ نے سچائی بیان کی۔

''بس کر ناظرہ! مت تاویلیں دے۔ میرا دل اس ڈائن کے لئے نرم نہیں ہو سکتا۔'' بڑی اماں سختی سے بولیں تو ناظرہ متاسف نگاہوں سے انہیں دیکھتی رہی۔

-------

ارفہ گریجویشن کامیابی سے کلیئر کر گئی اب اس کا ارادہ ماسٹرز کرنے کا تھا گھر میں اس کی خواہش پر خاصے ردوکد کا مظاہرہ ہوا خاص کر اس کے جڑواں بھائی نعیم جو اس کی ہر بات میں مخالفت کرنا ضروری سمجھتا تھا۔ یہاں بھی اڑ گیا۔ حالانکہ مخالفت کا خدشہ اسے عشارب سے تھا مگر ادھر کا موسم ہنوز ساکت تھا۔ ولید نے بڑا بھائی ہونے کے باوجود اسے ٹوکا نہیں بلکہ اس کی کارکردگی کو سراہتے ہوئے اس کے ماسٹرز کرنے کے ارادے کو تعریفی الفاظ میں سراہا تھا سو اب وہ نعیم کو چڑانے کی خاطر اٹھتے بیٹھتے یونیورسٹی میں ایڈمشن کا قصہ چھیڑے رکھتی۔

''جب میں نے کہا ہے کہ تم یونیورسٹی میں ایڈمیشن نہیں لو گی تو بس نہیں لو گی۔'' نعیم نے زور سے ٹیبل پر ہاتھ مار کر اعلان کیا۔

''کیوں نہ لوں یونیورسٹی میں ایڈمشن۔ تم لڑکے لوگ خود تو دوسرے ممالک میں پڑھنے کے بہانے جا کر گلچھرے اڑاتے ہو اور ہم بیچاری لڑکیوں کو یہاں اپنے شہر میں بھی پڑھنے نہیں دیتے۔'' ارفہ نے دوبدو کہا۔

''ہماری بات اور ہے ہمیں خدا نے خصوصی مرتبہ دیا ہے۔'' نعیم نے فخر سے گردن اکڑائی۔

''اسی لئے رات بارہ بجے تک مٹرگشت کرکے، دن بھر آوارہ پھر کے، لڑکیوں کو رانگ کال کے ذریعے تنگ کر کے اس خصوصی مرتبہ میں مزید اضافہ کر رہے ہو۔ آوارگی میں ماسٹرز تو کر چکے ہو اس خصوصی مرتبے کی اکڑ میں۔'' ارفہ سلگ کر بولی اس کی مغروریت پر۔

''تم کیوں جل جل کر جل ککڑی بنتی جا رہی ہو۔ دن بدن رنگ بھی کالا ہوتا جا رہا ہے اتنا جلو گی تو مزید حبشن بن جاؤ گی۔'' نعیم نے اس کے اچھے خاصے گورے رنگ پر چوٹ کی تو وہ بالکل آؤٹ ہو گئی۔

''تو خود کون سا حور پرے ہو اپنے بارے میں کبھی ریمارکس سنو نا کسی کے تو پتا چلے، رشید کے جڑواں بھائی لگتے ہو۔''

اسٹڈی روم سے نکلتے عشارب کے ہونٹوں کی تراش میں بے اختیار مسکراہٹ چمکی اس کے حور پرے کی اصلاح پر جب کہ نعیم باقاعدہ بے ہوش ہوتے ہوئے بچا۔

''تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے اس کالے بھجنگ گنجے بونے سے ملا رہی ہو مجھے۔''

''ابھی تو میں نے خاص رعایت برتی ہے، ورنہ وہ بیچارا تو خاصا بہتر ہے تم سے۔''

یسریٰ، فہد، طلحہ اور سونیا نے ارفہ کی بات پر چھت پھاڑ قسم کا قہقہہ لگایا جس پر نعیم کو محسوس ہوا کہ بے عزتی کچھ زیادہ ہی ہو گئی ہے۔ اسی لئے اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ پاس پڑا اسکواٹش سے بھرا جگ ارفہ کے سر پر انڈیل دیا۔ ارفہ نے طیش کے عالم میں طلحہ کا بیٹ اس کی کمر میں مارا۔

''اوئی مارا گیا۔'' وہ دہرا ہو گیا۔

''ارفہ کیا ہے یہ سب؟'' عشارب اب لاؤنج کے وسط میں پہنچ چکا تھا اور دونوں کو گھور رہا تھا۔

''میرا کوئی قصور نہیں ہے عشارب بھائی! یہ ارفہ کو شوق ہو رہا تھا دنگل کرنے کا۔'' نعیم نے اپنی گردن بچا کر تمام الزام اس کے سر رکھ دیا۔

''کیوں جھوٹ بول کر خدا کے قہر کو آواز دے رہے ہو۔ اسی نے لڑائی شروع کی تھی۔'' وہ

اپنی لرزتی ٹانگوں کو سنبھال کر بولی جب کہ دل میں مسلسل جل تو جلال تو کا ورد کر رہی تھی۔

"نعیم چلو تم میرے ساتھ تمہیں تو میں پوچھتا ہوں اور ارفہ تمہیں اور کوئی کام نہیں سوائے لڑنے مارنے کے۔" عشارب نے باری باری دونوں کو دیکھا تو ان کے چہرے فق ہو گئے۔

"سوری بھائی آئندہ لڑائی بالکل نہیں کریں گے۔" انہوں نے باقاعدہ ہاتھ جوڑ دیئے۔ عشارب نے ان کے پریشان و شرمسار چہرے دیکھے اور صرف ڈانٹتے ہوئے اکتفا کر کے جان بخش دی۔

"شکر ہے کہ ڈانٹ پہ کام ٹل گیا۔ ورنہ آج تو مرنے میں کوئی کسر نہیں تھی۔" نعیم نے کلمہ تشکر پڑھا۔

"ہاں واقعی سستے بچ گئے۔" وہ کہتی ہوئی دھڑام سے دادی جان کے تخت پر بیٹھی۔

"اے لڑکی دھیان سے کیا میرا تخت توڑو گی دو من کا بوجھ ڈال کے۔" دادی جان نے عینک کے شیشوں میں سے گھورا۔

"افوہ دادی جان! آپ تو دشمن ہو گئی ہیں میری صحت کی 55 کلو وزن ہے میرا اور بیس سالہ لڑکی کا اتنا وزن تو نارملی ہوتا ہے۔" وہ برا مان کر بولی۔

"ہاں جس رفتار سے تم کھا رہی ہو۔ اگلے چوبیس گھنٹوں میں تمہارا وزن دو من تو ہو ہی جائے گا۔" دادی جان نے اس کے ہاتھ سے فروٹ باسکٹ چھینی جو کچھ دیر قبل ان کی بڑی بہو رخسانہ ان کے لئے رکھ گئی تھی اور ارفہ بڑی سرعت سے فروٹ سے انصاف کر رہی تھی۔

"یہاں تو آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے۔" ارفہ نے لہجے میں مصنوعی اداسی بھرنے کی کوشش کی۔

"صرف کھانے سونے پر ہی نہ رہا کرو۔ یہ کام کرتی ہو یا لڑتی جھگڑتی ہو۔ کبھی ہانڈی روٹی بھی کر لیا کرو۔ جانتی ہو کہ عشارب کیسا ہے اس معاملے میں، ذرا سی کوتاہی برداشت نہیں کرتا۔" دادی جان اپنے پسندیدہ موضوع کی طرف گئیں تو وہ چڑ گئی۔

"آپ مجھے مرنے سے پہلے جہنم کا نقشہ دکھا کر نہ ڈرایا کریں بعد میں تو جو ہونا ہے سو ہونا ہے۔ پہلے ہی ڈرا ڈرا کر جان آدھی کر رکھی ہے اوپر سے وہ موصوف آتے جاتے گھورنے کا پیریڈ اٹینڈ کرتے رہتے ہیں۔" ارفہ بڑبڑاتے ہوئے وہاں سے اٹھی۔

"پاپا مجھے یونیورسٹی میں ایڈمشن لینا ہے اور خواہش ہے میری انگلش لٹریچر میں ماسٹرز کروں گی۔" وہ زریاب ملک کے گھٹنے سے لگی کہہ رہی تھی۔

"تو ضرور کرو بیٹی منع کس نے کیا ہے۔" وہ متوجہ ہوئے۔

"نعیم ہے ناں وہ منع کرتا ہے مجھے۔" ارفہ بسوری۔

"وہ کیوں منع کر رہا ہے۔" انہوں نے حیرانی سے دیکھا پھر مسکرائے۔

"عادتاً تنگ کر رہا ہوگا جب کہ عشارب خود کل شام تمہارے ایڈمشن فارم لے کر آیا ہے۔"

"Realy, I dont believe it?" وہ خوشی و حیرت میں بولی۔

"اب وہ آ جائے تو اس سے مشورہ کر کے ہی مضمون سلیکٹ کرنا۔" پاپا کے کہنے پر اس نے مارے باندھے سر ہلا دیا۔

"کسی سبجیکٹ میں ماسٹرز کرنا چاہتی ہو تم؟" دوسری صبح ناشتہ کرتے ہوئے عشارب نے اچانک سر اٹھا کر اس سے پوچھا۔

"اب پھنس گئی۔" ارفہ نے بے دلی سے توس کترتے ہوئے سوچا۔ پھر اس کا جواب سنے بغیر عشارب خود ہی بولا۔

"ایسا کرو کہ ماس کمیونیکیشن یا آئی آر میں ماسٹرز کر لو۔"

اس کی انگلش لٹریچر رکھنے والی خواہش پر آرام سے پانی پھیرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"میرا Intrust انگلش لٹریچر میں ہے۔" وہ کچھ احتجاجی انداز میں بولی۔

"اس حوالہ سے تمہاری Progress اتنی Excellent نہیں جتنی ہونی چاہیے۔ تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ کسی اور سبجیکٹ میں ماسٹرز ہو۔"

"انہوں نے اپنی قابلیت کا رعب ضرور جھاڑنا ہوتا ہے۔" وہ جز بز ہوئی۔

"عشارب ٹھیک کہہ رہا ہے زریاب ملک تو اپنے بھتیجے کی کسی بات پر ناں کر ہی نہیں سکتے تھے نا اور وہ جانتی تھی کہ انکار کی صورت میں اسے گھر ہی بٹھا لیا جائے گا سو مرتے کیا نہ کرتے کے مصداق بجھے دل سے سر اثبات میں ہلا دیا۔" یہ اور بات ہے کہ دل میں ایک ہزار صلواتیں عشارب احمد کو سنا دیں۔

"بھائی تو اتنے سخت ہیں لڑکیوں کے گھر سے نکلنے کے معاملے میں تمہارے لئے کیسے مان گئے کو ایجوکیشن میں پڑھنے کو۔" یسریٰ کی حیرانی ختم ہونے میں نہ آ رہی تھی ابھی پچھلے سال ہی اس کے یونیورسٹی میں ایڈمیشن کی بات پر عشارب نے کیسا ڈانٹا تھا حالانکہ ابھی سال پڑا تھا اس کے فورتھ ایئر کے ایگزامز میں، محض خواہش ہی تو بیان کر بیٹھی تھی وہ پہلے سے۔

"بیچارے خود تو اتنے کوالیفائیڈ ہیں۔ سوچتے ہوں گے پڑھی لکھی بیوی انہی کی شان میں اضافہ کا باعث بنے گی۔" ارفہ نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

"صرف پڑھے لکھے ہونے سے کیا ہوگا شکل صورت بھی تو ہونی چاہیے۔" سونیا کے کہنے پر اس کے تیور بگڑے۔

"ضروری نہیں ہے کہ اگر تم کم صورت ہو تو مجھ جیسی خوبصورت اور نازک اندام حسینہ سے جلنا شروع کر دو۔" وہ خود کو ایشوریہ سے تھوڑا ہی کم سمجھتی تھی۔

"ہائے اللہ۔" سونیا نے دہائی دی۔

"یاد رکھو کہ میں مستقبل میں تمہاری نند کے عہدے پر فائز ہونے والی ہوں۔" یاد دہانی کرائی۔

"اور تم بھی یاد رکھو کہ میں بھی تمہاری بھابھی بننے والی ہوں۔" ارفہ نے بھی شو ماری۔

"بھائی کو ایسی پٹر پٹر بولنے والی لڑکیاں زہر لگتی ہیں۔" یسریٰ نے بہن کا ساتھ دینے کے لئے میدان میں کودنا ضروری سمجھا۔

"بھائیوں کو شادی کے بعد وہی اچھا لگا کرتا ہے جو بیوی کو اچھا لگتا ہے۔" ارفہ بڑے سٹائل سے بالوں میں ہاتھ پھیر کر بولی۔

"اس لڑائی و بحث سے بہتر ہے کہ تم تینوں کچن کا رخ کر لو، کیونکہ شامت اعمال اس وقت ڈائننگ ٹیبل کا رخ کر چکی ہے۔" طلحہ نے بڑے وقت پر انہیں اطلاع دی۔

"ہائے یہ قیمہ مٹر تو لگ گئے۔" سونیا پتیلی سے ڈھکن اٹھاتے ہی بولی۔

"اور میرے چاولوں کا بھی دلیہ بن چکا ہے۔" یسریٰ نے بھی سر پکڑا۔

"یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے نہ تم باتوں میں لگاتیں نہ ایسا ہوتا۔" سونیا بازو کمر پر ٹکائے خونخوار انداز میں اس کی سمت مڑی جو مزے سے چلے قیمہ مٹر سے مٹروں کے دانے چن کر کھا رہی تھی۔

"اب خود تمہیں ہی پکانے کا سلیقہ نہیں تو میرے سر الزام تو مت رکھو۔" وہ خفگی سے کہتے ہوئے دل میں خاصا خوش ہو رہی تھی۔

"اچھا ہے موصوف مجھے تو ڈانٹتے رہتے ہیں۔ آج پتا چلے گا کہ اپنی بہنوں کو بھی کچھ آتا جاتا نہیں۔"

''آدھا گھنٹہ ہو گیا ہے مجھے کھانے کے انتظار میں بیٹھے ہوئے۔ تم تینوں کیا کر رہی ہو ادھر گھسی ہوئی اگر بروقت کھانا تک نہیں مل سکتا۔'' وہ دروازے کے بیچ کھڑا تھا۔ سونیا فوراً فریزر کھول کر جانے کیا کرنے لگی تھی کہ گردن بالکل اندر گھسالی۔ یسریٰ دلیہ بنے چاول یونہی چھوڑ کر سیلاد بنانے لگی اور وہ کوکنگ رینج کے آگے کھڑی تھی قیمہ مٹر میں چمچہ گھسیڑے اتنے میں اپنی عقابی نگاہوں سے وہ تازہ ترین کارنامہ ملاخطہ کر چکا تھا۔

''ہائے۔'' سونیا نے بڑے موقع پر آگے بڑھ کر لمبی ہائے کی۔

''یہ کیا کر دیا تم نے ارفہ؟ سالن تو سارا نیچے لگا ہے اور چاول کھیر ہو گئے ہیں۔ بھائی کا پتا ہے ناں انہیں ذرا بھی خبر ہو گئی کہ یہ سب تم نے کیا ہے تو۔'' سونیا دانستہ اونچی آواز میں بولی کہ عشارب سن لے اور وہ دم بخود سونیا کی کتر کتر چلتی زبان اور عشارب کی تلملاہٹ دیکھ رہی تھی۔

''کمینی جیسے پتا ہی نہیں کہ ہلاکو خان پیچھے کھڑا ہے۔'' اس نے دل میں کوسا۔

''کتنی دفعہ کہا ہے تمہیں کہ کچن ہوتے ہوئے اپنا دھیان صرف چولہے کی طرف رکھا کرو مگر ناں جی کوکنگ کرتے ہوئے بھی تمہیں علی ظفر اور عاطف اسلم کی تقابلی جائزے کا فکر رہتا ہے یا شاہ رخ خان اور ٹام کروز کو ڈسکس کرنے کا۔'' یسریٰ بھلا کیوں پیچھے رہتی اور اس صاف دھاندلی اس کی تو سٹی گم ہو گئی۔

''صرف ڈگریوں کا انبار لگاتی جاؤ اپنے نام کے آگے، کبھی کہا ہو تو معلوم ہو کہ کام کیسے ہوتا ہے۔'' کتنے طنزیہ انداز میں کہتے ہوئے وہ پلٹا تھا۔

جب کہ سونیا اور یسریٰ فوراً موقع پاتے ہی بھاگ نکلی تھیں اس کی متوقع خفگی سے بچنے کو۔

''سمجھتی کیا نہیں خود کو کتنے آرام سے اپنا کیا دھرا میرے کھاتے میں ڈال دیا۔ کوئی بات نہیں ایسے چھوڑنے والی تو میں بھی نہیں۔ بدلہ نہ لیا تو کہنا۔'' وہ منہ پر ہاتھ پھیر کر بولی۔

''دیکھو ارفہ! تم ہماری اکلوتی کزن ہی نہیں بلکہ بہت پیاری دوست اور سب سے بڑھ کر عشارب بھائی کے تعلق کو دیکھا جائے تو ہماری سویٹ سی بھابھی جان ہو۔ آخر ہم تمہارے سوا کسی کے پاس جائیں بھی کیوں؟'' یسریٰ نے بڑے ڈرامائی انداز میں اسے رام کرنے کی کوشش کی۔

''تم اتنی پیاری اور سمجھ دار ہو کہ تمہاری بات کو رد کرنے کا کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔ تم ہی ہمیں اجازت دلوا سکتی ہو۔'' سونیا نے بھی چاپلوسی کی حد کر دی۔

جب کہ وہ ہنوز سپاٹ تاثرات لئے انہیں اجنبیت سے دیکھے جا رہی تھی اگرچہ کمینہ سا دل اندر سے خود کو سویٹ، پیاری اور سمجھ دار کے القاب پاتا دیکھ کر بلیوں بلکہ کتوں کی مانند اچھل رہا تھا۔ آخر تعریف و خوشامد ہر انسان کی میت مار دیتی ہے مگر وہ ابھی کچھ دیر موڈ دکھانا چاہتی تھی۔

''دیکھو ناں ہم اتنی دفعہ سوری کر چکی ہیں اپنے کل والے رویے پر اب تو تمہیں مان جانا چاہیے ورنہ ہم بھی کو ایجوکیشن کے لاکھوں نقصانات اور کمزور پہلو بیان کر کے تمہارے یونیورسٹی جانے کا خواب چکنا چور کر دیں گے۔'' سونیا زیادہ دیر مصنوعی خوشامد نہ کر سکی اور روایتی انداز پر اتر آئی تو اسے بھی خود کو چوکنا کر کے اپنا مزاج دکھانا پڑا۔

''تم میرا یونیورسٹی جانا بند کروانے کی فکر چھوڑو اور اپنے کالج کی فکر کرو ایک مہینے کے اندر اندر کالج بند اور شادی پیریڈ اٹینڈ کرنا پڑا تو ہوش ٹھکانے آ جائیں گے۔''

''تم اس قابل ہی نہیں کہ ہمارے جینئس بھائی سے بیاہی جاتیں یہ تو ہماری آنکھوں پر پردہ



گیا تھا کہ تم جیسی غبی، ہڈ حرام اور طوطا چشم لڑکی کو ترس کھا کر مانگ لیا۔'' یسریٰ خالص نندوں والے لب و لہجے میں بولی۔

''یہ تم تینوں کو مستقبل کی پریکٹس کرنے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں۔'' فہد ناگواری سے انہیں دیکھتے ہوئے لاؤنج میں رکھے سنگل صوفہ پہ بیٹھا۔

''اور تمہیں چغل خوری اور کن سوئیاں لینے کے علاوہ کوئی کام نہیں۔'' ارفہ بولی۔

''مجھے ایسا کوئی شوق نہیں تم باتیں ہی تقریر کرنے کے انداز میں کر رہی تھیں۔ اب اٹھو ادھر سے مجھے کام کرنے دو۔'' فہد تحکم آمیز انداز میں بولا۔

''فہد بھائی! آپ میں بھی عشارب کی طرح مغروریت اور اکھڑ پن آتا جا رہا ہے۔'' ارفہ نے شکوہ آمیز انداز میں اپنے بڑے بھائی کو دیکھا تھا۔

''جو بندہ فضول گوئی اور خوامخواہ کی شوخ مزاجی سے دور ہو تمہیں مغرور لگنے لگتا ہے فی الحال میں تمہارا ابہام دور نہیں کر سکتا۔ مجھے اپنے پراجیکٹ سے متعلق کچھ اہم گفتگو عشارب اور طلحہ سے شیئر کرنی ہے اس لئے تم لوگ کچھ دیر کے لئے لاؤنج خالی کر دو۔'' فہد سنجیدگی سے کہتا انہیں دیکھنے لگا۔

''او کے، لیکن آپ کو ہمارا ایک بہت چھوٹا سا کام کرنا ہو گا۔'' سونیا بولی۔

''کون سا کام، جلدی کہو۔'' فہد سیدھا ہوا۔

''ہماری ایک کلاس فیلو اپنی برتھ ڈے پارٹی ارینج کر رہی ہے کلفٹن سی بریز میں وہاں جانے کی اجازت چاہیے۔'' یسریٰ نے مدعا بتایا۔

''کب اور کس وقت؟'' عشارب جو لاؤنج میں داخل ہوتے وقت ان کی فرمائش سن چکا تھا سنجیدگی سے بولا۔

''آج رات بارہ بجے۔'' جواب ارفہ نے دیا جس پر وہ سٹپٹا گئیں۔

''آج تو تم لوگوں نے یہ بات کہہ دی ہے آئندہ نہ تو ایسی دوستیاں پالنے کی ضرورت ہے نہ ایسی بے تکی پارٹیز میں جانے کا سوچنے کی اجازت ہے مہذب لڑکیوں کے یہ اطوار نہیں ہوتے۔ مجھے دوبارہ یہ بات کہنی نہ پڑے۔'' عشارب سختی سے بولا۔

''مگر بھائی......'' یسریٰ نے کچھ کہنا چاہا تو فہد بول پڑا۔

''عشارب ٹھیک کہہ رہا ہے اور اس قسم کی بات کہنے سے پہلے تمہیں اپنی بات کی حساسیت کا اندازہ خود ہونا چاہیے۔ رات بارہ بجے ہوٹلز میں پارٹیز اٹینڈ کرنے والا ماحول ہے لڑکیوں کے لئے؟''

''میں تو کبھی ڈے پارٹیز میں بھی نہیں گئی کلاس فیلوز سے دوستی بس کالج کے گیٹ کے اندر ہی نہ زیادہ فرینک ہوئی نہ کسی کو ہونے دیا۔'' ارفہ معصومیت سے بولی۔

''لڑکیوں کو ایسا محتاط رویہ رکھنا چاہیے کہ یہی احتیاط پسندی کردار بری سمت بہنے سے روکتی ہے۔'' عشارب نے در پردہ سہی اس کی تائید و توصیف کی تھی وہ یوں تفخر سے گردن اکڑائے انہیں دیکھتی اٹھی تھی جیسے آسکر ایوارڈ جیت کر جا رہی ہو اور وہ دونوں تلملا کر اسے بری طرح کوستی وہاں سے نکلیں۔ اب وہ کر بھی کیا سکتی تھیں، آخر وہ ان دونوں کو پیاری بھی تو بہت تھی۔

------

بڑی محنت سے اس نے خود کو تیار کیا تھا آخر پہلا دن تھا یونیورسٹی میں۔

وہ سوٹ جو اس نے منجھلی خالہ کی عابدہ کی شادی پہ بنوایا تھا وہی پہنا تھا۔ نفیس سے میک اپ کے ساتھ خود کو آئینے میں دیکھتے ہوئے وہ مکمل طور پر مطمئن لگ رہی تھی۔ پوائزن سپرے کرے اس نے پھر سے خود کو دیکھا۔

''تمہاری تیاری ختم ہونے میں آئے گی کہ نہیں۔'' عشارب جھلائے ہوئے انداز میں کہتا اندر آیا تو کرے کے وسط میں ہی ٹھٹھک کر رکا تھا۔

''ہائے بالکل شاہ رخ جیسے اسٹائل میں دیکھ رہا ہے میں لگ بھی تو ایشوریہ رائے رہی ہوں۔'' اس نے کاندھے پر پڑے بالوں کو دھیرے سے جھٹکتے ہوئے قدم بڑھائے۔

''یہ تم ہی ہو۔'' انگشت شہادت سے اس کی نقلی پلکوں کو چھوتے ہوئے وہ بولا۔

''میری خوبصورتی نے شاید دماغ پر اثر کر دیا ہے۔'' خوش فہمی کا شکار وہ شرماتی ہوئی بولی۔

''میں ہی ہوں اور آپ کے ساتھ یونیورسٹی جا رہی ہوں کیا آپ کو میری تیاری دکھائی نہیں دے رہی۔''

''تیاری، دیکھ کر ہی تو حیران ہوں یہ یونیورسٹی جانے والا حلیہ ہے تمہارا یا ڈانس پارٹی والا۔ چلو پانچ منٹ میں منہ دھو کے لباس تبدیل کر کے انسانوں والے حلیے میں آؤ۔ ایک منٹ بھی اوپر ہوا تو یہیں چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔'' سختی اور ناگواری سے کہتا وہ کتنا بیگانہ اور اجنبی بنا ہوا تھا۔

''کمیلیاں کہہ رہی تھیں کہ بھائی تمہیں ایسے حلیے میں دیکھ کر ہوش گنوا بیٹھیں گے۔ اس ہلاکو خان نے تو میرے ہوش ٹھکانے لگا دیئے۔ ہائے اتنا میک اپ ضائع ہو گیا۔'' وہ تلملاتی منہ بسورتی چینج کر رہی تھی۔

''وہاں جا کر زیادہ دوستیاں گانٹھنے یا ہنسی ٹھٹھول کرنے کی ضرورت نہیں اور بلاوجہ یہ بتانے کی کوشش بھی مت کرنا کہ ہمارا آپس میں کوئی تعلق یا ریلیشن ہے۔ صرف آج میرے ساتھ جانا کل سے تم بابا جان کے ہمراہ میں تنہا جاؤں گا۔ سن لیا نا۔'' وہ اسے راستے میں سمجھاتا جا رہا تھا اور ارفہ صبیح مکمل تابعداری سے سر ہلا رہی تھی۔

اس کے ڈاکومنٹس کو جمع کروانے کے بعد چالان وصول کرنے اولڈ کیمپس جانا تھا۔ اسے نسبتاً تنہا گوشے میں بٹھا کر وہ خود اولڈ کیمپس جانے لگا۔

''میں یہاں اکیلی کیسے رہوں گی مجھے ہمراہ لے جائیں۔'' وہ گھبرائی۔

''اتنی دھوپ اور گرمی میں تم کہاں اولڈ کیمپس تک کا فاصلہ طے کر پاؤ گی ایسا کرو یونیورسٹی کی آرٹس لابی میں بیٹھ جاؤ وہاں بہت لڑکیاں ہوں گی۔'' عشارب رسان سے کہتے ہوئے اسے لئے آرٹس لابی کی جانب بڑھا۔

یہیں پہ اس نے بہت سی لڑکیوں کو گردن موڑ کر عشارب کو دیکھتے پایا۔ جہاں سے وہ گزر رہا تھا اسے ستائش آمیز نگاہوں کی توجہ رہی تھی اور اپنے وجیہہ سراپے محتاط فطرت کی بناء پر وہ اس توجہ و توصیف کے قابل بھی تھا یہ بات ارفہ صبیح بخوبی مانتی تھی۔

عشارب اولڈ کیمپس سے واپس آیا تو وہ کہیں نہ تھی۔

''یہ بھی بیوقوف سی وہ جب کافی دیر اس کو نہ پا سکا تو فکر مند سا ہو گیا پھر یونہی خیال آیا کہ ہر وقت کھانے کی شوقین وہ کیفے ٹیریا نہ پہنچی ہو۔ ادھر کا رخ کیا تو کیفے ٹیریا کی خوبصورت عمارت کی بیرونی سیڑھیوں پہ قدم رکھتے ہی رکا۔ پانچ چھ اپنے جیسی عجیب وغریب لڑکیوں کے ہمراہ وہ مزے سے چپس کا پیکٹ پکڑے آ رہی تھی۔ اس کی ساتھی لڑکیاں یکدم اپنے سامنے ہینڈسم لڑکے کو پا کر کمبل ہونے لگیں۔ مزید پتا چلنے پر کہ وہ ارفہ کا فرسٹ کزن ہے ان کی خوش مزاجی میں دوگنا اضافہ ہوا۔ عشارب نے بڑی مشکل سے جان چھڑا کر اس کا ہاتھ پکڑا اور سوشل سائنس کی ڈپارٹمنٹ سیڑھیوں پہ آ کر دم لیا۔

''جب میں سمجھا کے گیا تھا کہ اپنی جگہ سے ہلنا مت اور نہ یوں کسی جانے انجانے سے مغز



ماری کرنے لگ جانا تو تمہیں میری بات سمجھ کیوں نہیں آئی۔ مصیبت سر لے لی ہے۔''

''میں نے تمہارا یہاں ایڈمیشن کروا کے۔'' وہ آرام سے بولتے ہوئے آخر میں چڑ کر رہ گیا۔

''اب وہ بچاریاں اتنی محبت سے ساتھ دینے کو کہہ رہی تھیں میں کتنا انکار کرتی ویسے بھی مجھے بھوک لگ چکی تھی۔ صبح آپ نے جلدی جلدی کا شور مچا کے ڈھنگ سے ناشتہ بھی نہ کرنے دیا تھا۔'' ارفہ کے کہنے پر وہ گھورتے ہوئے بولا۔

''تین انڈوں کے آملیٹ کے ساتھ دو پراٹھے اور دودھ پتی کا بڑا کپ لے کر بھی تم ڈھنگ کا ناشتہ نہیں کر پائیں پھر تو تمہیں مجھے حلوائی کے ہوٹل میں کڑاہیوں کے پاس بٹھا دینا چاہیے۔''

''اب مجھے پتا چلا کیوں کھایا پیا لگتا نہیں اگر نوالے گنے جائیں تو صحت کیا خاک بنے گی۔'' وہ منہ میں بڑبڑائی۔

''چلنے کا ارادہ ہے یا رات یہیں گزارنی ہے۔'' عشارب کچھ طنزیہ انداز میں بولا۔

''آپ تو دن گزارنے نہیں دے رہے۔'' وہ پھر سے بڑبڑاتے ہوئے اپنا بیگ اٹھانے لگی۔

ایڈمیشن ٹیسٹ کلیئر کر کے وہ باقاعدہ طور پر آئی آر ڈیپارٹمنٹ کی سٹوڈنٹ بن چکی تھی۔ عشارب چونکہ M.B.A کے فائنل ائیر میں تھا اور اس کی ارفہ سے کلاسز بھی مختلف ٹائمنگ رکھتی تھیں سو آنے جانے کا شیڈول بھی قطعاً الگ تھا۔ ارفہ کو پک اینڈ ڈراپ کرنے کی ذمہ داری فہد نے لے لی تھی کہ اس کی آفس ٹائمنگز یہی تھیں۔

------

کلاسز کا آغاز ہو چکا تھا اور وہ ابھی تک باقاعدہ طور پر اپنے ڈیپارٹمنٹ میں حاضر نہیں ہو سکی تھی۔ وہ فہد کے ہمراہ یونیورسٹی پہنچ چکی تھی اور کسی سے واضح جان پہچان نہ ہونے کی وجہ سے ہونقوں کی طرح منہ اٹھائے کھڑی تھی اور پیئرز کی شکل میں بکھرے سٹوڈنٹس کو دیکھ رہی تھی۔ آئی آر ڈیپارٹمنٹ کے سامنے بنے لان سے اپنے گروپ کے ہمراہ گزرتے عشارب نے اسے پریشان کھڑی دیکھا تو اپنے گروپ ممبرز سے کچھ کہتے ہوئے وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔

''چلو، تمہارے ڈیپارٹمنٹ چھوڑ کر آؤں۔'' بہت عجلت میں وہ بولا تھا۔

''وہ لوگ مجھے دیکھ کر کچھ کہیں گے تو نہیں؟'' اس نے فکرمندی سے دریافت کیا۔

''کیوں تم نے بم بلاسٹ کیا ہے یا کسی کو قتل کر کے بھاگی ہو۔'' وہ چڑا۔

''نہیں، ان فیکٹ وہ سٹوڈنٹس کی فرسٹ ائیر فول بنا رہے ہیں نا اس لئے پوچھ رہی ہوں۔'' اس نے وضاحت دی۔

''تو تم اس ڈر سے کلاس میں نہیں جاؤ گی۔ ڈرو مت یہ تو بہت بے ضرر سی Activity ہے اور ہر آنے والوں کو اس کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اس کا مقصد کسی کی تضحیک تھوڑا ہے دل لگانے کے لئے اور اجنبیوں کو یونیورسٹی کیمپس کے ماحول سے آشنا کرنے کو ہلکی پھلکی چھیڑ چھاڑ ہے۔'' عشارب بہت سلیقے سے سمجھا رہا تھا۔

''کلاس میں تو چلی جاؤں گی، لیکن آپ انہیں بتا دیجئے گا میرے ساتھ کوئی بدتمیزی کی تو سر کھول کر رکھ دوں گی۔'' وہ وارن کرتے ہوئے بولی۔

''اوکے، بتا دوں گا تم چلو تو سہی۔'' عشارب زیر لب مسکرایا۔

اور عشارب کی تسلی کے باوجود گیارہ بجے پوری فائنل ائیر ان کے ڈیپارٹمنٹ میں گھس گئی اور سب کو ڈائس پہ بلا کر تعارف لیتے ہوئے الٹے سیدھے سوالوں سے پریشان کرنا شروع کر دیا۔ وہ کتاب چہرے کے آگے کیئے خود کو چھپانے کی حتی الامکان کوشش کر رہی تھی مگر فائنل ائیر کے

وحید کی اس پر مسلسل نظر تھی۔ بالآخر ارفہ کو سٹیج پر بلا لیا گیا اور امداد طلب نگاہوں سے بے نیاز کھڑے عشارب احمد کو دیکھنے لگی جواب اس کی ہوائیاں اڑاتی صورت کو بڑی دلچسپی سے دیکھ رہا تھا اور کندھے اچکا کر کچھ کہنے سے معذرت کر لی تھی۔

''آپ کی صورت پہ اتنی معصومیت اور خوبصورتی برس رہی ہے کہ ہم آپ کو تنگ نہیں کریں گے۔ بس ایک نظم سنائیں اور سیٹ پر واپس چلی جائیں۔'' وحید اسے بغور دیکھ رہا تھا اور فائنل ائیر ہو ہو کر رہی تھی وہ روہانسی ہو رہی تھی شاعری تو اسے گھٹی میں ملی تھی سینکڑوں اشعار زبانی یاد تھے مگر یوں سب کے سامنے سنانا اتنا حوصلہ بھلا کہاں سے لاتی۔ وہ بھی عشارب احمد کے روبرو جو شاعری کو دنیا کی فضول ترین شے مانتا تھا۔

''چلیں نظم بھی نہ سنائیں نام بتا دیں۔'' رعایت میں حد درجہ اضافہ ہو گیا۔

''ارفہ صبیح!'' وہ دھیرے سے بولی۔

''واہ کیا گلابوں کی مہک اور ساحلوں کی ٹھنڈک پھیلی ہے۔'' فائنل ائیر کا عاطف بولا۔

اس کی پیشانی پر پسینے کے قطرے چمک اٹھے۔ عشارب نے دھیرے سے اسے واپس جانے کا اشارہ کیا تھا۔ وہ لمحے بھر میں وہاں سے بھاگی تھی۔ پھر سب کے زور لگانے کے باوجود اس نے جھکا سر اٹھایا نہ کچھ بولی۔

کئی دن سے مسلسل آنے کے باوجود وہ خود کو ایڈجسٹ نہ کر پا رہی تھی۔ اپنے آپ کو بہادر شو کرنے کے باوجود اتنے سارے میل سٹوڈنٹس میں اس کی بہادری ہوا ہو جاتی تھی۔

لیکن عشارب کے دوست کی ایک بہن اور کزن نے آئی آر ڈیپارٹمنٹ جوائن کر لیا تو ارفہ کی ان سے بہت اچھی فرینڈ شپ ہو گئی۔ اب وہ اکثر ایک ساتھ آتی جاتی تھیں۔ آئی آر میں ماسٹرز کے شوق اور دیگر یکساں خیالات و آئیڈیاز کے رجحان نے انہیں ایک دوسری سے بہت قریب کر دیا تھا۔ عشارب کو اس کی طرف سے کچھ سکون سا ہوا کیونکہ فرسٹ سمسٹر میں خلاف توقع ارفہ کی کارکردگی بہترین تھی۔ سیکنڈ سمسٹر کی تیاری کے ساتھ ارفہ نے یونیورسٹی کی نصابی اور غیر نصابی سرگرمیوں میں بھی حصہ لینا شروع کر دیا تھا جس کی وجہ سے اس کے اعتماد میں بہت اضافہ ہوا اور اب ڈرنے جھجکنے کی بجائے وہ کھل کر ہر موضوع پر ہر شخص کے ساتھ بول سکتی تھی۔

عشارب احمد سے اس کا سامنا اکثر رہتا تھا کہ ڈیپارٹمنٹس الگ ہونے اور کلاسز کے اوقات کی وجہ سے وہ روزانہ مل نہیں سکتے تھے گھر میں بھی کم و بیش یہی روٹین تھی۔ دونوں اپنی اپنی اسٹڈیز میں گم صرف کھانے کے ٹائم ہی کمرے سے نکلتے گرچہ اس شیڈول میں عشارب احمد اپنی بیرونی Activitys کے لئے بھی ٹائم نکال لیتا تھا۔ جم خانہ جانا، ٹینس کورٹ کا چکر لگا پھر روزانہ کی آؤٹنگ، جاگنگ اور کبھی تھکاوٹ کا شکار ہوتے اسے کسی نے نہیں دیکھا تھا۔

یونیورسٹی میں بھی وہ بڑا انٹلکچوئل بندہ تھا۔ کلاس کا سی آر ہونے کے علاوہ وہ یونیورسٹی کی ڈرامیٹک سوسائٹی کا صدر بھی تھا بے حد قابل اور پوزیشن ہولڈر سٹوڈنٹ جو اساتذہ اور کیمپس کے تمام سٹوڈنٹس میں مقبول تھا۔ اس کی سب سے بڑی شخصی خوبی اس کا متوازن رویہ تھا وہ ایلیٹ کلاس کا ہونے کے باوجود حد درجہ کوآپریٹو تھا۔

ارفہ صبیح پہ جیسے اس کی شخصی پرتیں کھلتی جا رہی تھیں وہ تحیر پہ تحیر کا شکار تھی۔ ذاتی زندگی میں مغرور اور ریزرو نظر آنے والا بندہ بیرونی سطح پر بہت پرخلوص اور متوازن شخصیت کا مالک تھا۔

ان کی یونیورسٹی کے آڈیٹوریم ہال میں مباحثہ تھا اور دیگر یونیورسٹیز کے مدمقابل اپنی یونیورسٹی کی نمائندگی کرتے ہوئے عشارب احمد نے یہ مباحثہ جیت لیا۔ ارفہ کو دلی خوشی ہوئی کہ



جیتنے والا اس کا بہت کچھ تھا اور عشارب احمد سے نسبت طے ہوتے وقت جو غصہ و ناگواری اس پر طاری تھی۔ اب بڑی خاموشی سے طمانیت اور رضامندی میں بدل چکی تھی اور یہ تبدیلی گھر میں بھی سب نے نوٹ کر لی تھی۔

''ارفہ تم کسی سائیکاٹرسٹ کو جوائن کر چکی ہو۔'' نعیم نے اپنی اکاؤنٹس بک سے سر اٹھاتے ہوئے اچانک پوچھا۔

''نہیں تو، تم نے یہ کیوں کہا؟'' وہ الجھن آمیز لہجے میں بولی۔

''پھر I.R کی بجائے سائیکالوجی پڑھنا شروع کر دی ہے۔'' نعیم نے جواب دیئے بغیر اگلا سوال کیا۔

''تم کہنا کیا چاہتے ہو۔ سیدھے طریقے سے بولو۔'' وہ زچ ہو کر بولی۔

''Thank God تم تو بالکل ٹھیک ہو اپنے سٹائل میں آ رہی ہو میں سمجھا شاید یونیورسٹی جا کر شعور آ گیا ہے جو پہلے کی طرح بات بات پر کاٹ کھانے کو نہیں دوڑ رہی ہو۔ نہ عشارب بھائی کے ذکر پر موڈ آف کر کے اٹھ جاتی ہو۔''

''واقعی ارفہ تم بہت چینج ہو گئی ہو سنجیدہ، بڑھاکو اور لیے دیئے رہنے والی ارفہ جب کہ پہلے والی ارفہ آج کی ارفہ کے مقابلے میں بہت اچھی تھی لڑتی، جھگڑتی سب کے ساتھ چھینا جھپٹی کرتی ہر دم شوخیوں سے بھری ہنستی رہتی۔ اب تو تم ہمارے پاس بھی بہت کم بیٹھتی ہو۔'' یسریٰ نے اسے بہت غور سے دیکھا۔

''عشارب بھائی نے ہی وہاں سہما سہما کے خون خشک کر رکھا ہو گا۔ یوں نہ بولو۔ یوں نہ ہنسو ایسے کپڑے نہ پہنا کرو۔ وہ تو گھر میں اتنا چیک رکھتے ہیں وہاں کیسے اسے آرام سے پڑھنے دیتے ہوں گے۔'' سونیا بھی ہمدردانہ لہجے میں بولی۔

''عشارب نے مجھے یونیورسٹی میں کبھی نہیں کچھ کہا بلکہ ہمارا تو وہاں آمنا سامنا بھی کئی روز بعد ہوتا ہے۔ اسٹڈیز کی مصروفیات اتنی ہیں پھر ہمارے ڈیپارٹمنٹس بہت دور، دور ہیں۔ ایک دوسرے سے کام کی بات بھی بہت عجلت میں ہوتی ہے ڈانٹ ڈپٹ کیا ہو گی۔'' ارفہ کا لہجہ پرسکون تھا۔

''ویسے تبدیلی صرف مجھ میں تو نہیں آئی تم بھی تو بدلی ہو وہ پہلی جیسی مخصوص نندوں والی جلبلاہٹ، لگائی بجھائی سب غائب ہے۔'' ارفہ نے اب انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔

''وہ سب تو فراغت کے مشغلے تھے ویسے بھی تمہاری تلملاہٹ، غصہ دیکھنے کو ہم ستاتے تھے ورنہ وہ نندیانہ اور بھابیانہ رویے خدا محفوظ رکھے ان سے اور باہمی یگانگت و محبت کا خوگر بنائے رکھے۔'' یسریٰ نے خلوص سے دعا مانگی۔

''عشارب بھائی سے تمہاری چڑ بہت مزا دیتی تھی اور ہم گھنٹوں سر جوڑ کر تمہیں مزید چڑانے کے منصوبے بنایا کرتی تھیں پھر تمہارے غصے سے ڈر کر پورا دن تم سے چھپتی پھرا کرتی تھیں۔'' سونیا یاد کرتے ہوئے ہنسی۔

''ٹرائفل اور نرگس کوفتوں کی کتنی مزیدار مہک آ رہی ہے۔'' ارفہ نے کچن کی طرف دیکھا۔

''فہد اور طلحہ کی فرمائش پر بن رہے ہیں ساتھ اسپائسی نگٹس بھی ہیں۔'' امی جو کچن سے نکلتے ہوئے اس کی بات سن چکی تھیں انہوں نے بتایا۔

''کب تک تیار ہوں گے۔'' ارفہ نے بے چینی سے پوچھا۔

''دو گھنٹے تک مگر تمہیں کھانا شام کو آٹھ بجے ملے گا۔ بے تکا کھا کھا کر وزن کا اضافہ کر رہی ہو۔ کم کھانا، کم سونا اور کم بولنا حکمت اور صحت کی نشانی ہے۔'' دادی جان والے سٹائل میں امی بولیں تو اس نے منہ بسور لیا۔

''بولنا پہلے چھوڑ چکی ہوں اسٹڈیز کے باعث سونے کو بھی چند گھنٹے ملتے ہیں۔ پہلے یونیورسٹی

پھر لائبریری وہاں سے تھک کر آؤ تو اسٹڈی روم میں گھس کر انٹرنیشنل ریلیشنز پہ بنی موٹی موٹی کتابوں میں سر کھپاؤ اتنا کچھ کرنے کے دوران جو انرجی ویسٹ ہوتی ہے اسے بھی تو درست کرنا ہے۔ پیٹ بھر کر کھانا نہیں تو پڑھنا کیسے ہوگا۔'' ارفہ کا نان شاپ لہجہ خفگی لیئے ہوئے تھا۔

''خبردار جو کسی نے میری پوتی کے کھانے پینے پر نظر رکھی اسے ہر چیز دیا کرو اور بہو روز بادام، خشخاش، مغز بھگو کر دودھ میں پیس کر اسے صبح وشام پلایا کرو۔ اتنا دماغ خرچ کرتی ہے بچی تو دماغی صحت بھی ہونی چاہیے۔'' بڑی اماں تسبیح روک کر تحکم آمیز انداز میں بولیں۔

''مگر اماں اس کی شادی بھی کرنی ہے اور گوشت کا پہاڑ دلہن کے روپ میں کیسا لگے گا کہیں عشارب بھائی قاضی کو ہاں کیئے بغیر نہ بھاگ لیں شادی ہال سے۔'' نعیم استہزائیہ انداز میں بولا۔

''کچھ شرم کرو، بہن ہے یہ تمہاری ایسے منہ بھر کے بدکلمات نہیں نکالا کرتے۔'' بڑی اماں کا لہجہ ایسا تھا کہ وہ اچھا خاصا شرمندہ ہو گیا اور ارفہ اسے انگوٹھا دکھا کے مزید شرمندہ کرنے لگی۔

-------

پریویس ڈیپارٹمنٹ کے سٹوڈنٹس کو ''انٹرنیشنل افیئرز'' پہ اسائنمنٹ ملی تھی۔ ارفہ کی اس معاملے میں معلومات کچھ خاص نہیں تھیں۔ سدرہ اور زینب کا بھی یہی حال تھا۔ شوبز، آرٹ اور گلیمر کے مختلف پورشنز اور شعبوں کے متعلق ان کی معلومات بے حد اپ ٹو ڈیٹ تھیں، مگر اپنے میجر سبجیکٹ سے متعلق کارکردگی غیر حوصلہ افزاء۔

''ایسا کرتے ہیں لائبریری سے پرانے اخبارات لے کر دیکھتے ہیں اور چیدہ چیدہ افیئرز کو کوڈ کرتے جاتے ہیں کچھ مدد نیٹ سے لیتے ہیں اسائنمنٹ کا موضوع تو آسان ہے بس ہماری ہڈحرامی کچھ کرنے نہیں دیتی۔'' سدرہ سچائی سے بولی۔

''مجھ سے نہیں ہوتی اتنی محنت کسی کا ترلہ منت مار کے اسائنمنٹ مکمل کروالی۔'' ارفہ بیزاری سے بولی۔

''محنت نہیں ہوتی تو کس حکیم نے اس فیلڈ میں ماسٹرز کرنے کا مشورہ دیا تھا اور ہمارا ترلہ منت ماننے والا کوئی نہیں ہے یہ کام تم بہتر طور پر کر سکتی ہو۔ تمہاری حسین صورت پر فدا ہو کر ایک کیا کئی لوگ اسائنمنٹ لکھ کر دینے پر تیار ہو جائیں گے اپنے ساتھ ہمارا بھی بھلا کر دو۔'' زینب کے کہنے پر وہ اسے گھورنے لگی۔

''تم دونوں کا ارادہ ہے تو چلو ورنہ میں تو جا رہی ہوں اپنا کام کرنے۔'' سدرہ اٹھی تو وہ دونوں بھی اٹھ کھڑی ہوئیں۔

''ارفہ تم عشارب بھائی سے کیوں نہیں ہیلپ لیتیں اتنے ذہین اور جینئس بندے کی کزن و منگیتر ہو کر اتنا سا کام نہیں کرا سکتیں۔ بزنس ایڈمنسٹریشن میں تو انٹرنیشنل افیئرز پہ کام ہوتا رہتا ہے ان کے لئے تو یہ اسائنمنٹ دو منٹ کا کھیل ہے۔'' زینب آئی آر ڈیپارٹمنٹ کے سامنے والے لان کی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔

''نہیں وہ اسائنمنٹ بنانا تو دور مدد تک نہیں کریں گے۔ ان کے خیال میں، میں پہلے نالائق ہوں۔ اب خود اپنے منہ سے بات کی اسائنمنٹ بنانے کی تو انہیں سند مل جائے گی میری نالائقی کی۔''

''کوئی بات نہیں تم کہو تو کہاں چھپتی پھرو گی پھر تم سست اتنی ہو دو گھنٹوں کا کام آٹھ گھنٹے میں کرنے والی۔'' سدرہ نے پھر اکسایا۔

''اگر مان بھی گئے تو انہوں نے پہلے گھنٹہ بھر لمبا لیکچر دینا ہے میری کوڑھ مغزی پر پھر اپنی مدد آپ پر، پھر کہنا ہے کہ لاؤ بنا دوں اور اس وقت تک غصے و شرمندگی سے وہ حال ہوگا کہ مجھے خود کہنا پڑے گا۔ رہنے دیجئے میں بنا لوں گی۔''



ارفہ منہ بناتے ہوئے بولی۔

''تم فرضی باتوں کو چھوڑو کوشش تو کرو۔ سچ میرا کزن پلس منگیتر اتنا ذہین و فطین ہوتا تو مجھے نوٹس بنانے کی ضرورت پڑتی نہ اسائنمنٹ کی وہ خود سب کرتا میں دھونس سے کرواتی۔'' اس کی دوست سدرہ گھاس کا تنکا اکھیڑتے ہوئے بولی۔

''بس اپنی اپنی لک کی بات ہے۔'' ارفہ نے ٹھنڈی سانس بھری۔

''گڈ لک تو خیر تم بھی بہت ہو باقی نعمتوں کے ساتھ ساتھ خدا نے زندگی کا ساتھی بھی شاندار دیا ہے۔ مجھے تو رشک آتا ہے اگر عشارب احمد پہ مرنے والی لڑکیوں کو معلوم ہو جائے کہ عشارب احمد نے اپنی جیون ساتھی ارفہ صبیح کو چن رکھا ہے۔ تو حیرت و صدمے سے ان کے ہارٹ فیل ہو جائیں۔'' زینب سنجیدگی سے بولی تھی۔ ارفہ بولی کچھ نہیں بس کندھے اچکا کر رہ گئی۔

''گاڑی تو آئی نہیں تمہاری ہمارے ساتھ چلو پھر۔'' سدرہ ٹائم دیکھتے ہوئے بولی۔

''گاڑی بابا لے گئے تھے مجھے عشارب کے ساتھ جانا ہے بس وہ آتے ہوں گے۔'' ارفہ نے انہیں بتاتے ہوئے عشارب کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں۔

''انہیں تو میں نے آنرز کی طالبہ سبین کیانی کے ہمراہ ڈرامیٹک سوسائٹی کے ریہرسل روم میں جاتے دیکھا تھا۔'' زینب کو یاد آیا۔

''یہ سبین کیانی، عشارب احمد کے ہمراہ کچھ زیادہ نظر نہیں آنے لگی۔'' سدرہ چونک کر بولی۔

''تم ذرا چیک رکھا کرو اتنے مالدار اور ہینڈسم فیانسی کو کھلا چھوڑ کر آرام سے رہتی ہو۔'' سدرہ نے ہمدردانہ مشورہ دیا۔

''میں دیکھتی ہوں عشارب کدھر رہ گئے۔'' وہ ولید کا مخصوص بیگ اٹھا کر کھڑی ہوئی۔ کامن روم کے اندر عشارب احمد مل گئے سبین کیانی ان کے ساتھ تھی۔ ان دونوں کے علاوہ شعبہ ادب، گیمز سوسائٹی، ڈرامیٹک کلب اور یونیورسٹی میگزین کے ایڈیٹر و ممبران وہاں موجود یونیورسٹی کی سالانہ تقریب ثقافت پاکستان کے متعلق ڈسکشن میں مصروف تھے۔ سبین کیانی کچھ کہہ رہی تھی اور عشارب احمد پوری توجہ سے نہ صرف اسے سن رہا تھا بلکہ دیکھ بھی رہا تھا۔ ارفہ کو نا معلوم سی جیلسی محسوس ہوئی۔

اسے تو کبھی عشارب احمد نے نگاہ بھر کر دیکھا تک نہ تھا اتنی توجہ سے، کبھی یوں براہ راست اس سے بات تک نہ کی تھی۔ یہ سب تو اس کا حق تھا جو دانستہ یا غیر دانستہ کسی ''اور'' کو وصول ہو رہا تھا۔

ان دیکھی آگ میں سلگتی وہ اسے بنا کچھ کہے کامن روم کے دروازے سے ہی پلٹ آئی اور ٹیکسی کروا کے اکیلی گھر آ گئی۔

''تمہیں تو عشارب کے ساتھ آنا تھا۔'' لاؤنج میں بیٹھی یسریٰ اسے دیکھتے ہی چونکی۔

''ان کی مصروفیت اتنی شدید تھیں کہ ٹائم ہی نہیں تھا میں گھنٹہ بھر انتظار کر کے خود آ گئی۔'' وہ بیگ کارپٹ پہ پھینکتے ہوئے صوفے پر گرنے کے انداز میں بیٹھی۔

''تو تم ولید یا طلحہ کو فون کر دیتیں وہ گاڑی اور ڈرائیور بھجوا دیتے۔'' امی مینگو اسکواش کا گلاس اسے دیتے ہوئے بولیں۔

''کیا تھا وہ دونوں سائیٹ وزٹ پہ تھے اور سیل آف کر رکھے تھے۔'' وہ چڑ کر بولی۔

''آپ نے ایسے غیر ذمہ دار شخص کو مجھے لانے کا کیوں کہا جسے ذمہ داری کو پورا کرنے کا احساس تک نہیں۔'' وہ خالی گلاس امی کو پکڑاتے ہوئے بولی۔

''ارفہ تمیز سے تمہارا ہونے والا شوہر ہے وہ۔'' امی نے ڈپٹا۔

''ہونے والا ہے ابھی ہوا تو نہیں ناں اور

میں کیوں تمیز کروں جب انہیں میرا احساس تک نہیں پورا گھنٹہ وہاں پاگلوں کی طرح کھڑی رہی اور ان کی مصروفیت ختم ہونے میں نہیں آ رہی تھی۔ ساری یونیورسٹی خالی ہو چکی تھی میں اکیلی لڑکی آتے جاتے آوارہ لڑکوں کی اوچھی نگاہوں کا سامنا کرتی رہی اور انہوں نے آ کر یہ تک نہیں کہا کہ میں ابھی نہیں جا سکتا تم گاڑی لے جاؤ۔“ ارفہ تیزی سے بولتی اٹھی اور اپنے کمرے کی جانب بڑھنے لگی تو چند قدم کے فاصلے پر کھڑے عشارب احمد کو دیکھ کر یکدم رکی پھر نظر انداز کر کے قدم اٹھانے لگی تو اس نے سخت لہجے میں پوچھا تھا۔

”گھنٹہ بھر تم انتظار کرتی رہیں اور مجھے آ کر اتنا نہیں یاد کروا سکیں کہ گھر جانا ہے۔“ اور وہ خائف نگاہی سے دیکھ کر رہ گئی۔

”موبائل تو چوبیس گھنٹے تمہارے پاس موجود رہتا ہے ایک مس کال کر دیتیں۔“ وہ پھر بولا۔

”محترمہ اتنا نہیں کر سکیں اور آرام سے اکیلی بھاگی چلی آئیں میں وہاں پوری یونیورسٹی میں چکراتا پھر رہا تھا اس کی تلاش میں کبھی لگتا گھر سے کوئی لے گیا ہو گا اور کبھی اس کی دوستوں کا خیال آتا کہ ان کے ساتھ چلی گئی ہو گی۔ کم از کم آتے ہوئے بتا تو دیتی۔ اگر میں گھر فون نہ کرتا تو مجھے پتا بھی نہ چلتا اس نے تو اپنا موبائل میری کال پر آف کر دیا تھا اور سوچیں آج کل تنہا لڑکی کہیں آ جا سکتی ہے اگر خدانخواستہ کوئی حادثہ پیش آ جاتا۔“ عشارب احمد غصے میں بھرا بے نقط سنا رہا تھا۔

”اچھا ہوتا نا کچھ ہو جاتا کہیں مر کھپ جاتی آپ سب مجھ سے تنگ ہیں جان چھوٹ جاتی سب کی۔“ وہ مارے غصے کے پیر پٹختی وہاں سے چلی گئی۔

”مجال ہے کبھی غلطی مان لے یہ لڑکی پروں پر پانی نہیں پڑنے دیتی اپنی حرکتوں سے ہر وقت ہولائے رکھتی ہے۔“ ناظرہ خاتون تاسف سے گویا ہوئیں۔

”اس کی کوئی غلطی نہیں ہے وہ اپنی جگہ بالکل ٹھیک ہے اور اس کا غصہ بھی بجا ہے۔ اگر عشارب ذمہ داری کا مظاہرہ کرتا تو کچھ بھی نہ ہوتا اور گھر کی لڑکی جو تمہاری چچا زاد ہونے کے ساتھ منگیتر بھی ہے اس کو کوئی نقصان پہنچا تو بچانے کوئی باہر سے نہیں آئے گا۔ تم بچے نہیں کہ سمجھانا پڑے تمہیں خود اپنی ذمے داری کا خیال ہونا چاہیے۔“ دادی جان بڑی سنجیدگی سے ارفہ کے حق میں بولتے ہوئے اپنے لاڈلے پوتے کی طبیعت صاف کر رہی تھیں۔

”یسریٰ تم اٹھو بہن کو کھانا دے کر آؤ وہ بھوکی اپنے کمرے میں چلی گئی ہے عشارب تم بھی منہ ہاتھ دھو کر کھانا کھا لو۔“ بڑی اماں تاکیدی انداز میں کہہ کر نماز عصر پڑھنے لگیں۔

------

تھرڈ سمسٹر نزدیک تھے پریویس کے تمام سٹوڈنٹس اسٹڈیز کو پہلے سے زیادہ سنجیدگی سے لینے لگے تھے۔ مگر ارفہ کا ذہن قدرے الجھا تھا ایک تو بڑی اماں کی طبیعت خاصی نازک صورت اختیار کر گئی تھی انہیں ہارٹ پرابلم تھی اور وہ ہفتہ بھر سے ہاسپٹل ایڈمٹ تھیں۔ دوسری پریشانی سبین کیانی تھی جس کی دوستی عشارب احمد سے روز بروز بڑھتی جا رہی تھی۔

بڑی اماں ہاسپٹل سے گھر آ چکی تھیں مگر آتے ہی انہوں نے زریاب ملک سے کہا تھا۔

”بیٹا زندگی کا کوئی اعتبار نہیں بیماری چین نہیں دیتی پتہ نہیں کون سا سانس آخری ہو۔ اپنی بہن کو بلا اور چند دوسرے عزیزوں کو ارفہ کا عشارب سے نکاح پڑھا دو رخصتی بے شک ٹھہر



کے کر دینا دوسرے بچوں کے مستقبل کا بھی سوچو ولید، طلحہ سے پوچھو کہیں ان کی دلچسپی ہے تو وہاں دیکھو ورنہ اپنی بھانجیوں یا بھتیجیوں کے لئے سوچو اور ان کی بھی رائے لو گھر کی بات گھر میں رہ جائے تو سب سے اچھا ہے۔“

اور بڑی اماں کی خواہش و اصرار کے پیش نظر اگلے ہی ہفتے میں ارفہ صبیح، عشارب احمد کے نکاح میں آ گئی۔ ولید کے لئے اس کی پسند کے مطابق پھپھو کی عروج کو مانگ لیا گیا تو طلحہ کی خواہش پر اس کی کولیگ ڈاکٹر رخشندہ سے رشتہ فائنل ہو گیا جب کہ یسریٰ کو پھپھو نے اپنے بیٹے معاویہ کے لئے لے لیا۔

یہ سب طے ہونے کے صرف تین ہفتے بعد ہی بڑی اماں فوت ہو گئیں۔ بڑی اماں کی سخت مزاجی کے باوجود بیٹے بہوؤں سمیت پوتے، پوتیاں سبھی انہیں محبت و احترام سے دیکھتے تھے اور ان کی موت پر افسردہ بھی تھے تعزیت کے لئے آنے والوں کا رش کافی تھا۔ عشارب اور ارفہ چند چھٹیوں کے بعد مسلسل یونیورسٹی جا رہے تھے کہ ایگزامیز نزدیک ہونے کی وجہ سے ان کا یہ پیریڈ بہت اہم تھا۔

اس دوران عشارب احمد کی سبین کیانی سے فرینڈ شپ میں اضافہ ہوا تھا اور اب اکثر لوگوں کے منہ پر ان کے تذکرے ملتے تھے ارفہ سبین کیانی کو عشارب احمد کی مرسڈیز اور موبائل کو پورے استحقاق سے استعمال دیکھا کرتی اور اندر ہی اندر جلتی رہتی۔ کسی مشہور فوڈ پوائنٹ پہ یا فائیو اسٹار ہوٹل میں وہ ہوتے یا کسی شاپنگ ویو پہ ارفہ کو ہر خبر ملتی رہتی۔ عشارب احمد کے ہمراہ روزانہ آنے جانے کے باوجود اسے مخاطب کرنا چھوڑ چکی تھی اور اس کی بیگانگی کو عشارب احمد نے بہت بری طرح محسوس کیا تھا۔ ارفہ کا لیئے دیئے رہنے والا اجنبی انداز اسے چبھنا شروع ہو چکا تھا اور وہ اس سے بات کرنے کا ارادہ کر چکا تھا۔

یونیورسٹی جاتے ہوئے راستے میں گاڑی کی اسپیڈ سلو کر کے عشارب نے اچانک پوچھا تھا۔

”ارفہ تم مجھ سے ناخوش ہو یا اس رشتے سے؟“

”یہ پوچھنے کا خیال آپ کو اب آیا ہے۔“ اس نے سوال کے جواب میں سوال داغا۔

”ہاں کیونکہ اب تم چینج ہو گئی ہو پہلے کے مقابلے میں تم ایسی نہیں تھیں جیسی نظر آنے لگی ہو۔“

”آپ بھی تو ایسے نہیں تھے جیسے اب ہو گئے ہیں۔“ وہ تیکھے انداز میں بولی۔

”کیسا ہو گیا ہوں؟“ عشارب نے استفسارانہ انداز میں دیکھا۔

”اپنے آپ سے پوچھیں۔“ خلاف توقع اعتماد سے بولتی وہ اسے حیران کر رہی تھی۔

”تم کسی بات کا جواب سیدھے طریقے سے نہیں دے سکتیں۔“ وہ چڑا۔

”پہلے آپ اپنے طور طریقے سیدھے کر لیں پھر سیدھے جواب مانگیئے گا۔“ اس نے کہہ کر باہر کی طرف دیکھا۔

عشارب نے گاڑی سڑک کے کنارے روکی اسٹیئرنگ وہیل پہ ہاتھ رکھے چند لمحے اسے بغور دیکھا پھر ایک تھکا تھکا سانس اپنے سینے سے خارج کرتے ہو لمحہ بھر سوچا اور ٹھہرے ٹھہرے لہجے میں بولا۔

”تمہیں جو بھی پریشانی ہے کہہ دو، میرے کسی عمل سے ہرٹ ہوئی تو تب بھی بتا دو، میں کتنا بھی ریزرو سہی مگر تمہارے احساسات و جذبات کی پروا بہر حال کرتا ہوں کوشش کروں گا تمہاری (تسلی) Satisfaction کر سکوں۔“

”جو نہ کر سکے تو؟“ اس نے بھنویں اچکا کر پوچھا۔

''پھر تم جو چاہو گی وہی ہو گا۔'' عشارب نے اسے دیکھا۔

''ہوں میں کیا اور میرا چاہنا نہ چاہنا کیا؟ اگر میری چاہت کی اتنی اہمیت ہوتی تو آپ میری نظروں کے سامنے یوں کھیل نہ کھیلتے۔'' وہ تڑ سے بولی تو کچھ دیر کے لئے تو وہ حیران رہ گیا۔

''What do you mean?''۔ (کیا مطلب ہے تمہارا)۔

''وہی جو آپ سمجھ کر بھی سمجھنا نہیں چاہتے۔'' وہ بڑے اعتماد سے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولی۔

''تم پہیلیوں کی بجائے صاف الفاظ میں نہیں بول سکتی ہو۔ تمہاری ان باتوں کا مقصد کیا ہے مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔'' عشارب زچ ہو کر رہ گیا۔

''مجھے کچھ اور نہیں کہنا، آپ گاڑی چلائیں ورنہ میں ٹیکسی سے چلی جاتی ہوں۔'' وہ دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی تو عشارب کو بے طرح غصہ آیا جس پہ ضبط کیئے وہ لب بھینچے رش ڈرائیونگ کرنے لگا۔

باقی کا راستہ بڑی خاموشی سے کٹا ان دونوں نے ایک دوسرے کو مخاطب کرنے اور دیکھنے سے مکمل گریز کیا۔ خفگی، انا اور اشک کا پردہ بڑے نا محسوس انداز میں ان کے درمیان حائل ہو چکا تھا اور گرانے کا روادار کوئی نہ تھا۔

------

اگر ہم جانتے کہ اک دن
مسند دل پہ
آرزو سجانے کی چاہ میں
اداسی رگوں میں
ڈیرے جما لے گی
اگر ہم جانتے کہ اک دن
خواب دیکھنے والی آنکھیں
بصارت گنوا دیں گی
اگر ہم جانتے کہ اک دن
ہنستے لبوں پہ آہیں
گھر بنا لیں گی
اور راہ وفا میں قدم اپنے
جواب دے جائیں گے
اپنا دماغ ہی
دل کے خلاف باغی ہو جائے گا
تو ہم بہت پہلے
دل کو بے آرزو کر لیتے
آنکھوں کو پتھر
ہونٹوں کو زہر سے نیلگوں کرتے
احساس برف ہو جاتا
اور سوچ ساکن
پھر دکھ بھی نہ ہم کو اتنے لگتے
ہم بھی سب کو اچھے لگتے

ابھی گرمی کا موسم خاصے عروج پر تھا کہ رمضان المبارک کی بابرکت ساعتیں آ گئیں ملک ولا میں سب خصوصی اہتمام کے ساتھ رمضان مناتے تھے سحر و افطاری میں مکمل ورائٹی کے ساتھ عبادات میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جاتا۔

شام کی چائے عشارب افطار کے گھنٹہ بھر بعد پیتا تھا اور اسے چائے بنا کر پہنچانا ارفہ کی ذمہ داری تھی کہ وہ اس کے ہاتھ سے بنی چائے پسند کرتا تھا۔ اب کچھ دنوں سے وہ اس ڈیوٹی سے بھی کترانے لگی تھی اور یسریٰ یا سونیا کے ہاتھ چائے بھجوا دیتی یا جا کے اپنے کمرے میں بند ہو جاتی۔

دوسرے عشرے کے آخری روزے کو عشارب نماز تراویح پڑھ کر گھر آیا تو گھر کی تمام خواتین نماز عشاء اور تراویح ادا کر کے سو چکی تھیں کہ انہیں سحری کے لئے دو بجے اٹھ کر کام کرنا ہوتا تھا۔ سر میں درد کی وجہ سے اسے چائے کی شدید



طلب ہو رہی تھی کچن میں لائیٹ جلنے کے ساتھ کھڑ پٹر کی آوازیں آ رہی تھی وہ سیدھا اسی جانب چلا آیا شیفون کی پرنٹڈ سوٹ میں بڑا سا ڈوپٹہ شانے پہ ایک طرف لٹکائے وہ ساس پین میں بنتی چائے پہ نظریں جمائے کسی گہری سوچ میں غلطاں تھی۔

''میں اپنے کمرے میں ہوں ایک کپ چائے مجھے بھی دے دینا اور سر درد کی ٹیبلیٹ بھی۔'' عشارب کچن کے دروازے میں کھڑا ہو کر بولا تو اس نے چونک کر دیکھا پھر سنجیدگی سے سر اثبات میں ہلا دیا۔

ارفہ نے دو کپوں میں چائے ڈال کر پلیٹ میں کپ رکھے ساتھ سر درد کی ٹیبلٹ اور اس کے کمرے تک آ کر دروازہ کھلا ہونے کے باوجود دستک دی۔

''اندر آؤ۔'' عشارب کی بھاری آواز سنائی دی۔ چائے کا کپ اور ٹیبلٹ اس کے نزدیک رکھ کے پانی کا گلاس دیا پھر اپنا کپ اٹھا کر جانے لگی۔

''ادھر بیٹھ کر ہی پی لو مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔'' عشارب کا لہجہ سنجیدہ تھا۔

''آپ صبح بات کر لیجئے گا مجھے نیند آ رہی ہے۔''

''مجھے ابھی بات کرنی ہے بیٹھ جاؤ آرام سے۔'' عشارب نے اس کا بازو پکڑ کر جھٹکے سے بٹھایا۔

پانی کے ہمراہ ٹیبلٹ لے کر چائے کا کپ ختم کیا پھر اس کی طرف پوری طرح متوجہ ہوتے ہوئے وہ بولا۔

''اب بتاؤ تمہاری پرابلم کیا ہے یوں Miss Behave کیوں کر رہی ہو۔ تم جانتی ہو تمہارا طرز عمل مجھے کتنی تکلیف دے رہا ہے اس طرح کاری ایکشن تو تمہارا منگنی اور نکاح کے وقت بھی نہیں تھا۔ اب جب کہ ہم ایک دوسرے کی نیچر کو سمجھ چکے ہیں اپنے درمیان موجود تعلق اور رشتے کی خوبصورت حقیقت سے بھی آشنا ہیں پھر یہ سب کیوں؟''

''مجھے نہیں پتا۔'' وہ بیزاری سے اٹھی۔

''ارفہ بہتر ہے آرام سے بیٹھ کر میری بات سنو، سمجھو اور اس کا جواب دو، ورنہ مت بھولو کہ میں تمہیں زبردستی روکنے کا حق رکھتا ہوں۔'' اس کا سخت لہجہ بہت کچھ باور کرا رہا تھا۔ ارفہ کچھ دیر اسے دیکھتی رہی مگر بولی کچھ نہیں۔

''دوسرے تمام تعلق بھلا کر تم صرف ہمارے درمیان موجود بندھن کو دیکھو تو بھی میں یہ پوچھنے میں حق بجانب ہوں کہ تم ایسا کیوں کر رہی ہو۔'' وہ استحقاق آمیز لہجے میں بولا۔

''تو سنیئے عشارب احمد میری ناخوشی اور بیزاری کی وجہ سبین کیانی میں آپ کی حد سے بڑھی ہوئی انوالومنٹ ہے۔'' وہ ان کی طرف مڑی۔

''یہ صرف تمہارا وہم ہے اور کچھ نہیں۔'' عشارب نے مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا۔

''وہم ایک دو دفعہ ہوتا ہے ایک ہی منظر بار بار پورے ثبوت لئے نگاہوں کے سامنے آئے تو وہ یقین بن جاتا ہے۔'' وہ تلخی سے بولی۔

''سبین میری کلاس فیلو ہے ہم چار سال سے ساتھ پڑھ رہے ہیں پھر وہ ہماری گروپ ممبر ہے تو فرینکنس ہو جاتی ہے۔'' عشارب قدرے تحمل سے بولا۔

''جی نہیں میں بیوقوف اور احمق نہیں کہ آپ کی باتوں میں آؤں اور پریشان نہ ہوں یونیورسٹی کیمپس میں ہر بندہ یہ جانتا ہے کہ سبین کیانی اور آپ کے درمیان کیا ہے اور یہی دوستی بڑھ کر کسی اور تعلق میں تبدیل ہونے لگی ہے لیکن وہاں ایک بھی بندہ یہ نہیں جانتا ہے کہ ارفہ طبیح اور عشارب احمد صرف کزنز نہیں بلکہ آپس میں نکاح کے رشتے

میں بھی بندھے ہوئے ہیں اور آپ کے پاس اتنا ٹائم نہیں ہوتا کہ مجھے ساتھ لاسکیں، لے جاسکیں مگر اسے ڈراپ کرنے کا ٹائم آپ کو ہر روز مل جاتا ہے۔ مجھے ہفتے میں کبھی ایک بار بھی آپ نے پوچھا اور وہ دن کے کئی دن آپ کے ساتھ گزارتی ہے۔ کیوں اور کس لئے؟‘‘ اس کا لہجہ بولتے ہوئے بھرانے لگا تو وہ چپ کر گئی اور چہرے کا رخ دوسری سمت پھیرلیا۔

‘‘تو تم یہ چاہتی ہو کہ میں اس ریلیشن کو آؤٹ کروں جو تمہارے اور میرے درمیان ہے تمہیں پک اینڈ ڈراپ کروں اور دن کے کئی گھنٹے تمہارے ساتھ گزاروں۔‘‘ عشارب انگشت شہادت سے اس کی ٹھوڑی چھوتے ہوئے بولا۔

‘‘مجھے ایسی کوئی اوچھی خواہش نہیں ہے اس طرح کی نوازش اپنی اسی چھمک چھلو پہ کریں۔‘‘ وہ تڑخ کر بولی۔

‘‘تو گلے شکوے کیوں کر رہی ہو۔ تم بیوی ہو میری اور میری توجہ، چاہت، کی مستحق بھی اور یقین کرو جو حق تمہارا ہے وہ ہر صورت تمہیں ہی ملے گا۔ میں نہ تو تمہیں بھلا سکتا ہوں نہ چھوڑ سکتا ہوں تم میری زندگی کی سب سے خوبصورت اور اہم ترین دعا ہو محبت ہو تمہیں پریشان کیسے دیکھ سکتا ہوں محبت کی ہے تو اعتبار کرنا سیکھو اعتماد رکھو کہ اعتماد اس زندگی کی طرح ہے جو ایک دفعہ چلی جائے تو پھر واپس نہیں آتی۔‘‘ عشارب کا انداز بہت دلنشین تھا۔

‘‘جاؤ اب آرام کرو تمام پریشان کن سوچوں کو اور شکوک کو ذہن سے نکال دو اور یاد رکھو کہ جو حیثیت تمہاری ہے میری دنیا میں وہ کسی کی نہیں ہو سکتی تم، تم ہو تمہاری جگہ ہزاروں سبین کیانی مل کر بھی نہیں لے سکتیں۔‘‘ وہ اسے نگاہوں کی گرفت میں لیتے ہوئے بولا۔

‘‘اور سنو، کل سے تمہیں لے جانا اور لانا میری ذمہ داری ہے۔‘‘

ارفہ نے کمرے سے نکلتے ہوئے مڑ کر اسے دیکھا اور خاموشی سے باہر نکل گئی۔

------

ان کی ادھوری باتوں میں
معنویت کی گہرائی
ان کی اجنبی آنکھوں میں
صدیوں کی شناسائی
ان کی شبنمی پلکوں پہ
سرمئی شاموں کی رعنائی
ان کے وجود پہ دلآویز سی شادابی
ان کے انداز میں اک انوکھی سی بیتابی
ان کا روٹھنا اور ماننا عجیب
ہجر و وصل میں کچھ لمحے ان کا نصیب
پھر بھی زندگی کے سینے میں دھڑکتے
دل کی ضرورت ہیں
محبت کرنے والوں کی دوریاں
اور تعلق خوبصورت ہیں

کلاس ختم ہونے کے بعد اس نے تمام کلاس فیلوز سے ہیلو ہائے کی کہ اب انہیں عید کے بعد ہی ملنا تھا۔ اپنی دوستوں سے مل ملا کے وہ کیمپس کے وسیع لان میں سنگ مرمر کے بنچ پر بیٹھی عشارب احمد کا انتظار کر رہی تھی۔

‘‘جانے کہاں رہ گئے مجھے دو منٹ میں آنے کا کہہ کر۔‘‘ وہ کلائی پہ بندھی قیمتی رسٹ واچ میں ٹائم دیکھتے ہوئے بولی۔

تبھی عشارب نے اس سے کانٹیکٹ کیا۔

‘‘میں یونیورسٹی کے آڈیٹوریم ہال میں موجود ہوں یہیں آ جاؤ تھوڑی دیر میں چلتے ہیں۔‘‘

ارفہ اپنا بلیک لیدر کا بیگ اٹھا کر آڈیٹوریم کی جانب بڑھی۔ گلاس ونڈو سے جھانک کر دیکھا تو ایم بی اے اور ماس کمیونیکیشن کے کچھ سٹوڈنٹس وہاں موجود اولڈ سٹوڈنٹس فنکشن کے لئے تجاویز و



آراء دینے میں مصروف تھے۔

ارفہ خاموشی سے آ کر خالی چیئر پر بیٹھی۔ دس منٹ گزرے تو اٹھ کھڑی ہوئی۔

‘‘عشارب اٹھیں، بہت دیر ہو چکی ہے۔ امی پریشان ہو رہی ہوں گی۔‘‘ اس کا لہجہ استحقاق آمیز تھا۔

‘‘ایک منٹ بیٹھو۔‘‘ عشارب بولا۔

‘‘پہلے بھی آپ نے صرف دو منٹ کہا تھا اور یوں گھنٹہ گزر گیا۔ بس اب وائنڈ اپ کریں سب۔‘‘ ارفہ کچھ ناراضگی سے بولی۔

‘‘مس ارفہ آئی تھنک یہ یونیورسٹی ہے اور عشارب یہاں کے ایک بلینٹ سٹوڈنٹ آپ کس طرح اور کس لہجے میں ان سے بات کر رہی ہیں۔ کبھی کبھار ڈراپ کر دینے سے یہ آپ کے ڈرائیور نہیں بن گئے آپ پبلک ٹرانسپورٹ سے چلی جائیں۔‘‘ عشارب کے ساتھ والی سیٹ پہ بیٹھی سبین کیانی مغرورانہ انداز میں ناگواری سے بولی۔

‘‘مجھے بہت اچھی طرح معلوم ہے کب کہاں کس سے کیا بات کرنی ہے اور آپ کو کیا تکلیف ہے میں عشارب کو ڈرائیور بناؤں یا کچھ اور اوور آل یہ میرے کزن ہی نہیں شوہر بھی ہیں۔‘‘ وہ سکون سے کہہ کر عشارب کے ہمراہ وہاں سے نکلی اور سبین کیانی ابھی ہونے والے دھماکے سے اڑی رنگت لئے ہکا بکا کھڑی تھی۔ جن سٹوڈنٹس کو ان کے ریلیشن کا علم تھا وہ مسکرا رہے تھے۔

‘‘آپ کو غصہ تو نہیں آیا میری باتوں پر۔‘‘ ارفہ نے راستہ بھر عشارب کی خاموشی کو محسوس کر کے گھر آتے ہی پوچھ لیا۔

‘‘نہیں اس میں غصے والی کوئی بات نہیں تھی تمہارے ساتھ تو کبھی ناراض ہو ہی نہیں سکتا۔‘‘ عشارب مسکرایا تھا۔

‘‘تو پہلے کیوں اتنی ڈانٹ ڈپٹ کیا کرتے تھے۔‘‘ وہ خفگی سے بولی۔

‘‘تمہیں پر اعتماد اور مکمل گھریلو لڑکی بنانے کو، یار تم کچھ بیوقوف اور بدسلیقہ تھیں اور مجھے ہر لحاظ سے پرفیکٹ اور کانفیڈنشل شریک حیات چاہیے تھی سو تھوڑی ٹریننگ کرنا پڑی بعد میں کہاں ٹائم ملنا تھا اور پھر تم نے سننا بھی کب تھا۔‘‘

‘‘آپ محبت سے کہتے تو کیوں نہ سنتی۔‘‘

‘‘اچھی بات ہے وقت آنے دو محبت سے کہنے کو تو بہت کچھ ہے۔‘‘ وہ معنی خیزی سے بولا۔

‘‘اور یار کوکنگ ضرور سیکھو لو مجھے ملازموں اور ہوٹلز کے کھانے پسند نہیں اور صرف چائے پی پی کر تو گزارہ نہیں ہو سکتا۔‘‘ وہ بولا تو ارفہ مسکرا دی۔

‘‘اور عید کے دن جو ڈریس، شوز، چوڑیاں چاہئیں یا علاوہ اس کے کچھ اور ہم دونوں چاند رات کو ساتھ جا کر خریدیں گے تیار رہنا۔‘‘

اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر دباتے ہوئے وہ بولا۔ تو ارفہ بار حیا سے جھکتی پلکیں اٹھا کر پورے دل سے مسکرائی۔

‘‘یونہی ہنستی رہنا زندگی آسان ہو جائے گی۔ تمہاری خوشی اور مسکراہٹ سے بڑھ کر میرے لئے دنیا میں کچھ بھی قیمتی نہیں۔‘‘ عشارب جذبوں سے بھرپور انداز میں بولا۔

‘‘اور مجھے صرف آپ کی توجہ، محبت اور اعتماد چاہیے۔‘‘ ارفہ نے کہا۔ تو وہ یقین سے مسکرایا۔

صبح عید بہت سی خوشیاں لے کر ان کے آنگن میں طلوع ہونے والی تھی مکمل آسودگی کے ساتھ۔

☆☆☆